© rasailojaraid.com

مردِ خدا کا یقین

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کون نہیں جانتا کہ یقین دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے، ایک شخص کے یقین نے بعض اوقات ہزاروں لاکھوں انسانوں کے شک وتذبذب پر فتح پائی ہے، جب کبھی کوئی مردِ خدا کسی بات پر پہاڑ کی طرح جم گیا ہے اور اس نے حالات کے سامنے سپر ڈالنے سے انکار کر دیا ہے اور اپنے یقین کا رشتہ مضبوط ہاتھوں سے تھام لیا ہے تو زمانہ کے بہتے ہوئے دھارے کا منہ پھر گیا ہے، بڑے بڑے دور بینوں اور مبصروں کے اندازے غلط نکل گئے ہیں اور ان کی پیشین گوئیاں ثابت ہوئی ہیں اور اس شخص کا یقین آفتاب کی طرح شکوک واوہام کے بادلوں اور خطرات اور اندیشوں کے کہر میں سے نمودار ہوا ہے۔

تاریخ میں اس یقین اور اس کی فتح یابی کی عجیب عجیب مثالیں ملتی ہیں۔ آسمانی صحیفوں اور انبیا علیہم السلام کی سیرتوں نے بھی اس کے بہت سے عجائبات پیش کیے ہیں، جن کو پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور وہ یقین وایمان کا ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے، خیال فرمایئے! حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر جا رہے ہیں۔ بحر احمر کے کنارے کو عبور کر کے جزیرہ نمائے سینا پہنچنا چاہتے ہیں، مگر اللہ کو کچھ اور منظور ہے، وہ راہ غلط کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ یہی وہ سیدھا راستہ تھا، جو اللہ کو منظور تھا، صبح کا تڑکا ہوتا ہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بجائے شمال میں جانے کے وہ مشرق کی طرف چلتے رہے ہیں اور اب بحر احمر (قلزم) کے کنارے کھڑے ہیں اور سمندر اپنی پوری طغیانیوں کے ساتھ بہہ رہا ہے، دفعۃً کان میں آواز آتی ہے: وہ آ گئے! حضرت موسیٰ علیہ السلام مڑ کر دیکھتے ہیں تو فرعون اپنے لشکر کے ساتھ سر پر آیا چاہتا ہے، بنی اسرائیل چیختے ہیں کہ موسیٰ ہم نے تمہارا کیا قصور کیا تھا کہ تم نے چوہوں کی طرح ہمارے مارنے کا انتظام کیا، کیا ہمارے ہلاک ہونے میں کوئی کسر باقی ہے؟ ﴿انا لمدرکون﴾ ہم تو پکڑے گئے، تصور کیجیے، وہ کون سا پہاڑ ہے جو اس موقع پر ڈگمگا نہ جائے، کون سی طاقت ہے جو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کے سامنے ہار نہ مان لے؟ لیکن پیغمبر کا یقین کھلے ہوئے مشاہدات اور عریاں حقائق پر بھی غالب آتا ہے، ان کے نزدیک آنکھیں دھوکا دے سکتی ہیں، کان غلط سن سکتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں، حواس خطا کر سکتے ہیں مگر اللہ کی بات غلط نہیں ہو سکتی اور اس کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورے اطمینان اور یقین کے ساتھ جواب دیا ﴿کلا ان معی ربی سیھدین﴾ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے ضرور راستہ پر لگائے گا اور منزل پر پہنچائے گا اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سب جانتے ہیں۔

دوسری مثال لیجیے، مکہ معظمہ میں مسلمان قریش کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، ہر مسلمان کی جان خطرے میں ہے صبح ہوتی ہے تو شام کا بھروسہ نہیں اور شام ہوتی ہے، تو صبح کا یقین نہیں، اسلام کا بظاہر دنیا میں کوئی مستقبل نہیں معلوم ہوتا، جو دن گزر رہا ہے غنیمت معلوم ہوتا ہے، ایسی حالت میں ایک مظلوم غریب مسلمان خباب بن الارت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے سایہ میں بیٹھے ہیں، خباب عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! پانی سر سے اونچا ہو گیا، اب تو آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا کیجیے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جوش آجاتا ہے، سنبھل کر بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بس خباب گھبرا گئے؟ پہلی امتوں میں تو یہ ہوا ہے کہ مومن کو گڑھا کھود کر گاڑ دیا گیا ہے اور سر پر آرہ رکھ کر چلایا گیا ہے، یہاں تک کہ اس کے بدن کے دو ٹکڑے ہو کر گر گئے ہیں اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کے گوشت کو ہڈیوں سے جدا کر دیا گیا ہے، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتا تھا۔ خدا کی قسم! اللہ اپنے دین کو مکمل کر کے رہے گا۔ یہاں تک کہ (اس دین کی عمومیت اور اس کے غلبہ کا) یہ حال ہوگا کہ سوار، صنعاء سے حضر موت تک (سینکڑوں میل کی مسافت) چلا جائے گا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا کھٹکا نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ اس کو بھیڑیے سے خطرہ ہو کہ وہ اس کی بکریوں پر حملہ کر دے، لیکن تم جلدی بہت کرتے ہو۔ (بخاری)

خیال فرمائیے، عرب کی اس وقت کی بدامنی وخونریزی، غارت گری اور پھر اسلام کی مغلوبیت اور کمزوری کو دیکھتے ہوئے ایسی بعید از قیاس پیشن گوئی اس شخص کے سوا کون کر سکتا ہے جس کو نبوت کا یقین حاصل ہو!

دوسرا موقع اس سے کچھ کم نہیں، حالت یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ مدینہ جا رہے ہیں، کمزوری اور غربت کا یہ حال ہے کہ مکہ جیسا عزیز وطن چھوڑنا پڑ رہا ہے اور راستہ کا بھی اطمینان نہیں، پیچھے سے قریش کی دوڑ آرہی ہے۔ آخر یہ واقعہ پیش آگیا، سراقہ بن جعشم تیز رفتار گھوڑے پر پورے ہتھیار لگائے سر پر پہنچ گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے گھبرا کر کہا یا رسول اللہ! دوڑ آگئی۔ فرمایا گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے، آپ نے دعا فرمائی اور گھوڑا گھٹنوں گھٹنوں زمین میں دھنس گیا، سراقہ نے کہا کہ یا محمد! دعا کیجیے، میں اس مصیبت سے چھوٹ جاؤں، میرا ذمہ ہے کہ تعاقب کرنے والوں کو واپس کر دوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، گھوڑا نکل آیا، سراقہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے پھر تعاقب کا ارادہ کیا، پھر وہی واقعہ پیش آیا، پھر اس نے درخواست کی، اس مرتبہ نکل کر اس نے اپنے اونٹوں کی پیش کش کی، فرمایا ہمیں تمہارے اونٹوں کی ضرورت نہیں۔ جب جانے لگا تو کہا سراقہ! وہ کیا وقت ہو گا جب تمہارے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے، سراقہ غریب کی سمجھ میں نہ آیا کہ کبھی ایسا وقت آ سکتا ہے کہ شہنشاہ ایران کے کنگن ایک غریب اعرابی کے ہاتھ میں ہوں! اس نے بڑی بے ساختگی سے پوچھا کیا کسریٰ ابن ہرمز کے کنگن؟ فرمایا ہاں! فرمایئے ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں وہ کون سی نگاہ ہو سکتی ہے جو عرب کے ایک بدو کے ہاتھ میں شہنشاہ ایران کے کنگن دیکھتی ہے اور اس کی زبان اس کی پیشین گوئی کرتی ہے؟ کیا ظاہری حالات کے لحاظ سے اس کا کوئی امکان پایا جاتا ہے؟ یہی نگاہ نبوت ہے جو مستقبل کے افق پر دھندلے ستارے دیکھ لیتی ہے اور جس کو ظاہری قیاسات اور واقعات کے خلاف پورے یقین کے ساتھ ایک واقعہ کی اطلاع دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی!

اب مدینہ آیئے، مدینہ کے گرد خندق کھودی جا رہی ہے، اللہ کا رسول خود کھودنے میں مشغول ہے، ایک پتھر ایسا آ جاتا ہے جس پر کدالیں اور پھاوڑے کام نہیں کرتے، صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے ہیں، حالت یہ ہے کہ پیٹ پر دو دو پتھر بندھے ہوئے ہیں کدال مارتے ہیں، تو پتھر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور اس سے ایک چمک نکلتی ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ اس روشنی میں، میں نے ایران کا سفید محل اور شام کا زرد محل دیکھا ہے، تم ان محلوں کو فتح کرو گے، تصور کیجیے، یہ وہ کہہ رہا ہے جس کے گھر میں کھانے کے لیے بھی نہیں ہے، ایسے موقع پر کہہ رہا ہے کہ اسلام کا وجود اور مسلمانوں کی ہستی خطرہ میں ہے عرب کے قبائل مدینہ پر چڑھائی کر رہے ہیں اور موت وزندگی کا سوال ہے، مگر پیغمبرانہ یقین کی روشنی ایسے ہی اندھیروں میں چمکتی ہے۔

پیغمبروں کے بعد دنیا کی تاریخ میں یقین کی جو سب سے بڑی مثال ملتی ہے وہ حضرت ابو بکر صدیق کی ہے اور اسی یقین واستقامت اور اتباع میں ان کی صدیقیت کا راز پنہاں ہے، ان کے واقعات بتلاتے ہیں کہ وہ صدیق اکبر کے لقب کے پورے مستحق ہیں اور اہل بصیرت کا یہ کہنا بالکل حق ہے کہ ابو بکر پیغمبر نہیں تھے مگر کام انہوں نے پیغمبروں کا سا کیا اور انہیں کی سی استقامت اور پختگی دکھائی۔

صورت یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے، سارے عرب میں ارتداد کی آگ پھیل گئی ہے، خزاں میں جس طرح پتے جھڑیں اور ٹوٹی تسبیح کے دانے بکھریں اسی طرح قبائل اسلام سے نکلتے جا رہے تھے، ایک ایک دن میں بیسیوں قبیلوں کے ارتداد کی خبر آتی تھی، یمن، حضر موت، بحرین، نجد کے تمام علاقے مرتد ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش اور ثقیف صرف دو قبیلے اسلام پر قائم رہ گئے، یہودیت اور نصرانیت نے جو عرب سے جلاوطن ہو گئی تھیں سر اٹھایا، نفاق نے جو پہلے سوسائٹی کا ایک جرم اور پوشیدہ عیب تھا، نقاب اُلٹ دی اور لوگوں نے کھل کر شک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ونفاق کی باتیں کرنی شروع کردیں، مسلمانوں کی ہوا سارے عرب سے اکھڑ گئی اوران کے دشمن شیر ہو گئے ۔عرب مورخین نے بڑی بلاغت کے ساتھ اس وقت کے مسلمانوں کی بے بسی اور درماندگی کی تصویر کھینچی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس وقت وہ کیفیت ہوگئی تھی جیسے بارش کی رات میں بھیڑوں کی ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے باڑے میں دبک جاتی ہیں اور سردی سے ٹھٹھرنے لگتی ہیں۔

عین اس حالت میں یقین اوراطاعت وفدویت کی ایک عجیب وغریب مثال سامنے آتی ہے، جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا کی تاریخ قاصر ہے، حضرت اسامہ کا لشکر، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجنے کے لیے تیار کیا تھا اور آپ کی وفات کی وجہ سے اس کا سفر ملتوی ہو گیا تھا، تیار ہے۔ اس لشکر میں مہاجرین وانصار کے بڑے بڑے سردار اورمیدان جنگ کے آزمودہ کار سپاہی ہیں۔ خود حضرت عمرؓ بھی حضرت اسامہؓ کی ماتحتی میں ہیں، یہ اس وقت کے مسلمانوں کی سب سے بڑی فوجی طاقت تھی، عقل ومصلحت شناسی کا فتویٰ کیا تھا اور جس کو سیاست کہتے ہیں اس کا فرمان ناطق کیا تھا؟ یہی کہ لشکر مدینہ میں ٹھہرے اور حملہ آوروں سے جن کا صبح وشام خطرہ تھا، مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرے، اس لیے کہ اس وقت اسلام کی بقا مدینہ پر منحصر ہے، لوگوں نے حضرت ابوبکر سے عرض کیا کہ اس وقت اس لشکر کا مدینہ سے باہر جانا کسی طرح مناسب نہیں، حملہ آوروں اور دشمنوں کی نگاہیں مدینہ پر ہیں، اس لشکر کے کوچ کرتے ہی مدینہ پر حملہ ہو جائے گا، اس مشورے میں مدینہ کے تمام عقلاء شریک تھے، لیکن بارگاہ نبوت کا مجذوب، جس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا پورا کرنا اور آپ کے ارادے کو عمل میں لانا ہی سب سے بڑی عقل مندی اور سیاست ہے، صاف جواب دیتا ہے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں ابوبکر کی جان ہے! اگر مجھے اس کا بھی یقین ہو جائے کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا لے جائیں گے تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشائے مبارک پورا کروں گا اور اسامہ کا لشکر بھیج کر رہوں گا۔ آپ نے تقریر کی، جہاد کے لیے تیار کیا اور حکم دے دیا کہ جو لوگ لشکر اسامہ میں داخل ہیں وہ اس کی قیام گاہ جرف میں پہنچ جائیں، چناں چہ لشکر اپنے مقام پر پہنچ گیا، حضرت ابوبکرؓ نے ان چند گنے چنے آدمیوں کو روک لیا جو ہجرت کر کے آئے تھے اور ان کو اپنے قبائل کی حفاظت کے لیے مقرر کر دیا۔ جب لشکر کے سب آدمی جمع ہو گئے تو امیر لشکر حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا کہ ان کی طرف سے دوبارہ عرض کریں کہ لشکر کو واپس بلا لیں، ان کے ساتھ تمام معززین صحابہ اور سرداران قبائل ہیں۔ لشکر کے کوچ کے بعد اس کا خطرہ ہے کہ دشمن خلیفہ اسلام اور ازواج مطہرات تک پر دست درازی کریں اور مشرکین ان کو مدینہ سے اٹھا لے جائیں، انصار کا پیغام یہ تھا کہ لشکر پر زیادہ سن رسیدہ اور تجربہ کار آدمی کو امیر بنایا جائے، اسامہ بہت نوعمر ہیں، حضرت عمرؓ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسامہ کا پیغام پہنچایا، حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اگر مجھے کتے اور بھیڑیے اٹھالے جائیں تو بھی میں لشکر ضرور روانہ کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس بات کا فیصلہ فرما گئے ہیں میں اس کو رد نہیں کرسکتا، اگر ساری بستیوں میں، میں تنہا رہ جاؤں گا جب بھی اس فیصلہ پر عمل کروں گا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انصار کا پیغام ہے کہ لشکر پر حضرت اسامہؓ سے زیادہ سن رسیدہ آدمی امیر مقرر کیا جائے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ جوش میں کھڑے ہوگئے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر کہا اللہ کے بندے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہؓ کو مقرر کریں اور تم مجھے مشورہ دو کہ میں ان کو معزول کردوں؟

اس گفتگو کے بعد حضرت ابوبکرؓ لشکر میں آئے اور ان کو رخصت کرنے کے لیے چلے، آپ پیدل تھے اور حضرت اسامہؓ سوار، انہوں نے عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسول! آپ سوار ہو جائیں ورنہ میں اترتا ہوں، فرمایا نہ میں سوار ہوں گا، نہ تم اتروگے، اس میں کیا حرج ہے کہ میں گھڑی بھر اپنے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود کرلوں، اس لیے کہ مجاہد کے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، سات سو درجے بلند ہوتے ہیں اور سات سو گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جب واپس ہونے لگے تو حضرت اسامہؓ سے فرمایا کہ اگر تمہاری رائے ہو تو عمرؓ کو میری اعانت کے لیے چھوڑ جاؤ، انہوں نے بخوشی اجازت دی، پھر آپ نے ان کو وصیت فرمائی کہ دیکھنا! خیانت نہ کرنا، عہد شکنی، مال غنیمت میں چوری سے سخت اجتناب کرنا، کسی بچہ، بوڑھے اور عورت کو نہ مارنا، کھجور کے درخت کو اکھاڑنا نہ جلانا، نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا، نہ کسی کی بکری، گائے اونٹ کو ذبح کرنا اور دیکھو! کچھ ایسے آدمی بھی تم کو ملیں گے جو عبادت گاہوں میں گوشہ نشین ہوں گے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا، کچھ ایسے نظر آئیں گے جو چاند صاف کرتے ہیں اور اس کے گرد اگرد چوٹیوں کی طرح بال بڑھاتے ہیں، ذرا تلوار سے ان کو ہوشیار کردینا، جاؤ! اللہ کے نام پر روانہ ہو اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اس کو عمل میں لاؤ۔

اس کے بعد کیا ہوا؟ اگر اس جگہ تاریخ میں خلا ہوتا اور عقل وقیاس کے قلم کو اس خلا کے پر کرنے کی اجازت دی جاتی تو وہ لکھ دیتا کہ یہ ایک بڑی خطرناک سیاسی غلطی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ پر حملہ ہوگیا اور مرکزِ اسلام دشمنوں کے نرغہ میں آ گیا، لیکن اللہ کی قدرت کہ ابوبکرؓ نے تو اپنے عشق اور کمال اتباع میں یہ کام کیا تھا اور ان کو یقین تھا کہ منشائے نبوت پورا کرنے میں کوئی خطرہ نہیں آسکتا ہے بلکہ خطرات کا علاج ہی یہی ہے اور قدرت الٰہی نے اس کی تصدیق کی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس لشکر کے روانہ ہونے سے سارے عرب پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی، لوگ کہتے تھے کہ اگر مسلمانوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اس لشکر کو حملہ کے لیے کیوں بھیجتے؟ چناں چہ جو لوگ ارادہ بد رکھتے تھے وہ چوکنے ہوگئے اور مدینہ پر حملہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ مورخ ابن اثیر کے الفاظ "وکان انفاذ جیش اسامة اعظم الامور نفعا للمسلمین" اسامہؓ کے لشکر کا روانہ ہونا مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عزمِ راسخ کا ایک نمونہ دنیا دیکھ چکی تھی، لیکن ابھی عشق ویقین اور عقل مصلحت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اندیشی کا ایک معرکہ باقی تھا، وفات نبوی کے متصل ہی عرب میں منع زکوٰۃ کا فتنہ پیدا ہوگیا اور وبا کی طرح سارے ملک میں پھیل گیا، عرب کے سارے قبائل کہنے لگے کہ ہمیں نماز، روزہ، حج سے انکار نہیں مگر ہم زکوٰۃ میں ایک جانور بھی نہیں دیں گے۔ ایک دو قبیلے ہوں تو خیر، دو چار قبائل کو چھوڑ کر سارا ملک یہی کہہ رہا تھا، حضرت ابوبکر کی نگاہ بصیرت نے دیکھ لیا کہ زکوٰۃ کا انکار ارتداد کا پیش خیمہ اور دین سے بغاوت کی زنجیر کی کڑی ہے جس کے ساتھ تمام کڑیاں پیوست ہیں، کفر وتحریف کا یہ دروازہ اگر کھلا تو قیامت تک بند نہیں ہوسکتا، آج زکوٰۃ کی باری ہے تو کل نماز کی اور پھر روزہ حج کا تو اللہ ہی حافظ ہے، مستقبل کا خطرہ اگر نہ بھی ہوتا تو بھی ابوبکرؓ کو یہ گوارا نہ تھا کہ دین کا جو مجموعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے ہیں اور ابوبکرؓ اس کے متولی مقرر ہوئے ہیں کوئی نقص واقع ہو، اس موقع پر ان کی زبان سے بے ساختہ جو جملہ نکلا، تاریخ نے بے کم وکاست محفوظ کرلیا ہے، وہ ان کے دلی جذبات، دین سے تعلق اور ان کے مقام صدیقیت کا ترجمان ہے، انہوں نے فرمایا "اینقص الدین وانا حی؟" (کیا ابوبکرؓ کی زندگی میں اللہ کے دین میں قطع وبرید ہوگی؟) انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ فتنہ کا یہ دروازہ بند کیا جائے گا؟ چاہے مسلمانوں کی لاشوں سے، اب سارا مدینہ ایک طرف تھا اور ابوبکر ایک طرف تھے، صحابہؓ کہتے تھے کہ صرف ایک رکن کے ترک سے مانعین زکوٰۃ کے ساتھ مشرکین وکفار کی طرح کس طرح قتال جائز ہے؟ کچھ لوگ کہتے تھے کہ سارا عرب اس فتنہ میں مبتلا ہے، کس کس سے جنگ کی جائے گی؟ اس وقت تو یہی غنیمت ہے کہ ہم مدینہ میں رہ کر اللہ کی عبادت کرتے رہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ کہتے تھے کہ خدا کی قسم! اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے روک لیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ آخر کار ابوبکرؓ کا یقین اور جذبہ تمام شبہات وترددات پر غالب آیا اور سب نے ان کا ساتھ دیا، آپ نے مختلف سمتوں پر گیارہ فوجیں روانہ کیں، تین تو مستقل مدعی نبوت تھے جن کی سرکوبی کرنی تھی، عرب کے تمام جنگ آزما اور سورما جنہوں نے بعد میں عراق وایران فتح کیا ہے، ان مدعیان نبوت اور مرتدین کے ساتھ تھے اور عرب کی پوری جنگی قوت اور شجاعت اسلام کے مقابلہ میں میدان میں آگئی تھی، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اتنی بڑی جنگی طاقت اس سے پہلے کبھی اسلام کے مقابلہ میں نہیں آئی تھی۔

ادھر مدینہ خالی ہوگیا تھا، اس کی شہرت ہوگئی کہ مدینہ میں لڑنے والے تھوڑے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے مدینہ کی حفاظت کے لیے حضرت علی، طلحہ، زبیر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کو مقرر کیا اور اہل مدینہ کو مسجد نبوی میں حاضر رہنے کا پابند کردیا، اس لیے کہ یہ معلوم نہ تھا کہ دشمن کس وقت حملہ کردیں گے؟ تین ہی دن گزرنے پائے تھے کہ رات کو یکا یک حملہ ہوگیا، محافظ دستہ نے حملہ آوروں کو روکا اور ابوبکرؓ کو اطلاع دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اہل مسجد کو اطلاع کی اور دشمن کو پیچھے دھکیلتے ہوئی ذی حسی تک پہنچا دیا، وہاں انہوں نے مشکیزوں میں ہوا بھر کر رسوں سے باندھ رکھا تھا ان کو انہوں نے زمین پر اس طرح گھسیٹا کہ مسلمانوں کے اونٹ اس طرح بدکے کہ مدینہ پہنچ کر دم لیا، مرتدین کو مسلمانوں کی کمزوری کا احساس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا اور انہوں نے اپنے بڑے مرکز ذی القصہ میں اس کی اطلاع کی اور وہاں سے نئے حملہ آور آ گئے، حضرت ابوبکرؓ رات بھر جنگ کی تیاری کرتے رہے اور صبح ہی اچانک کھلے میدان میں دشمن کے سر پر پہنچ گئے اور ان کو تلواروں پر رکھ لیا، سورج نکلتے دشمن کے قدم اکھڑ گئے، حضرت ابوبکرؓ نے ذی القصہ تک ان کا تعاقب کیا، اس فتح سے ارتداد کی طاقت پر اچھی ضرب پڑی ،لیکن قبیلہ عبس وذبیان نے اپنے اپنے قبیلوں کے مسلمانوں کو چن چن کر قتل کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ مسلمانوں کا پورا بدلہ لیں گے اور جتنے مسلمان شہید ہوئے ہیں ان سے زائد مشرکین کو قتل کریں گے، اس عرصہ میں مدینہ طیبہ میں زکوٰۃ کے جانور پہنچے، اُدھر حضرت اسامہ کا لشکر چالیس دن کی غیر حاضری کے بعد واپس ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور ان کے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر باہر نکلے، مسلمانوں نے ان کو اللہ کا واسطہ دیا کہ وہ مدینہ ہی میں رہیں، انہوں نے فرمایا میں مسلمانوں کے ساتھ پوری مساوات کا سلوک کروں گا، اب یہ آرام کریں گے اور میں جاؤں گا، چناں چہ مدینہ سے نکل کر دور تک دشمن کو ہزیمت دیتے چلے گئے اور مسلمانوں کا رعب قائم ہو گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے یقین اور جوش نے مسلمانوں میں جو جذبہ جہاد اور سرفروشی کی روح پیدا کر دی تھی اس کا اندازہ کرنے کے لیے بیسیوں معرکوں میں سے صرف یمامہ کی جنگ کے حالات کافی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس جذبہ اور روح کے بغیر ارتداد کا فتنہ عالم آشوب اور قبائل عرب کی نسلی عصبیت اور بدوی شجاعت کا مقابلہ (جس نے کچھ ہی عرصہ بعد ایران وشام کی فوجوں کے چھکے چھڑا دیئے) ممکن ہی نہ تھا، غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس قالب میں ابوبکرؓ کا یقین اور ان کا جذبہ کارفرما تھا۔

یمامہ نجد میں واقع ہے، یہ قبیلہ بنی حنیفہ کا مرکز تھا، بنی حنیفہ، جو ربیعہ کی ایک شاخ ہے اور قریش میں، جو مضر کی ایک شاخ ہے، جاہلیت میں سخت ترین عداوت اور موروثی دشمنی اور عصبیت تھی، اسی قبیلہ میں مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کچھ لوگوں کو اپنی شعبدہ بازیوں سے اور زیادہ تر خاندانی عصبیت اور حمیت کی بنیاد پر اور قریش کی دینی مرکزیت اور سیاسی طاقت کو توڑنے کے لیے اپنا ہم نوا بنا لیا، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا اور مہاجرین وانصار اور اکابر صحابہؓ کی ایک بڑی جمعیت کو ان کے ساتھ کیا، بنوحنیفہ نے یمامہ کو اپنی چھاؤنی بنایا تھا، ان کے لشکر میں چالیس ہزار لڑنے والے تھے، جنگ سے پہلے بنوحنیفہ کے مقرر نے نہایت پرجوش تقریر کی اور سارے قبیلہ کو مرنے مارنے پر آمادہ کر دیا، مہاجرین کا جھنڈا سالم مولیٰ ابی حذیفہ کے پاس تھا اور انصار کا جھنڈا ثابت بن قیس کے پاس، لوگوں نے سالم سے کہا کہ ہمیں تمہاری طرف سے خطرہ ہے۔ انہوں نے فرمایا پھر میں حافظ قرآن کیسا؟ تف ہے مجھ پر، دوسرے قبیلے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے تھے، لڑائی شروع ہوئی اور اتنی سخت ہوئی کہ مورخ ابن اثیر کہتا ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں کو اس سے سخت جنگ کبھی پیش نہیں آئی تھی، یہاں تک کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مسلمانوں نے ایک دوسرے کو للکارا کہ کہاں جاتے ہو؟ انصار کے علم بردار ثابت نے کہا مسلمانو! پیچھے ہٹنے کا تم نے بُرا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دروازہ کھولا ہے اے اللہ! میں بنوحنیفہ (مرتدین) کے عمل سے بیزار ہوں اور مسلمانوں کے عمل سے معذرت خواہ ہوں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور شہید ہوگئے۔ حضرت زید بن الخطاب نے، جو حضرت عمرؓ کے بھائی تھے، مسلمانوں کو آواز دی کہ نگاہیں نیچی کرلو، دانتوں کو دبالو اور دشمن کے قلب میں گھس جاؤ اور مارتے ہوئے بڑھے چلو، حضرت ابوحذیفہؓ نے کہا کہ اے قرآن والو! آج اپنے عمل سے قرآن کو آراستہ کرو۔ حضرت خالدؓ نے زور کا حملہ کیا اور دشمن کو بہت پیچھے دھکیل دیا، اب گھمسان کی لڑائی ہورہی تھی، بنوحنیفہ اپنے ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر جوش پیدا کررہے تھے اور گھٹنے ٹیک کر لڑ رہے تھے، لڑائی کا یہ طور تھا کہ کبھی مسلمانوں کا پلہ بھاری معلوم ہوتا تھا کبھی مرتدین کا، اسی عرصہ میں سالم مولی ابی حذیفہ وزید بن الخطاب کام آگئے، حضرت خالدؓ نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھا تو کہا لوگو! ذرا الگ الگ ہوجاؤ، تاکہ ہم کو ہر قبیلہ کی شجاعت اور سرفروشی کا اندازہ ہو اور اس کا پتہ چلے کہ ہمارا کون سا بازو کمزور ہے، جس سے ہم کو نقصان پہنچ رہا ہے، چناں چہ قبیلے قبیلے جدا ہوگئے اور لوگوں نے کہا کہ اب فرار سے شرم آنی چاہیے۔

اس کے بعد سخت خونریز معرکہ ہوا اور میدان لاشوں سے پٹ گیا، زیادہ تر مہاجرین وانصار اس معرکہ میں کام آئے۔ مسیلمہ ایک جگہ جما کھڑا تھا اور اس کے گرد لڑائی کی چکی چل رہی تھی۔ حضرت خالدؓ نے بھانپ لیا کہ جب تک مسیلمہ نہ مارا جائے گا بنوحنیفہ کے حوصلے پست نہیں ہوں گے۔ حضرت خالد سامنے آگئے اور یا محمداہ (جو اس وقت مسلمانوں کا شعار تھا) کہہ کر اپنے مقابلہ کے لیے للکارا اور جو سامنے آیا اس کو خاک وخون میں سلادیا، جب کئی پہلوان مارے گئے تو حضرت خالدؓ نے مسیلمہ کو آواز دی کہ مقابلہ پر آؤ، اس نے منظور نہیں کیا، حضرت خالدؓ نے زور کا حملہ کیا، مسیلمہ کے قدم اکھڑ گئے اور جو لوگ اس کے گرد وپیش تھے وہ اپنی جگہ پر برقرار نہ رہے، حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو للکارا اور مسلمان ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور بنوحنیفہ پسپا ہوگئے اور انہوں نے مسیلمہ کو آواز دے کر کہا کہ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے تھے وہ کہاں ہے؟ مسیلمہ نے کہا کہ اب اس وقت اپنے خاندان اور اپنے قبیلہ کی طرف سے لڑو، اس عرصہ میں بنوحنیفہ ہر طرف سے سمٹ کر باغ میں آگئے اور دروازہ بند کرلیا، براء بن مالکؓ نے کہا کہ مسلمانو! مجھے اٹھا کر باغ میں پھینک دو، لوگوں نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا، انہوں نے خدا کی قسم دی کہ مجھے باغ کے اندر ڈال ہی دو، چناں چہ لوگوں نے ان کو اٹھالیا اور وہ کسی طرح دیوار پر چڑھ گئے اور باغ میں کود گئے اور دروازہ کھول دیا، باغ میں پہنچ کر ایسی گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ باید وشاید، فریقین کے کشتوں کے پشتے لگ گئے، خاص طور پر بنی حنیفہ کا سخت جانی نقصان ہوا، انصار کے علم بردار ثابت بن قیسؓ بھی شہید ہوئے، ان کا پاؤں ایک شخص کی تلوار سے کٹ گیا تھا، انہوں نے وہی پاؤں اس زور سے اس شخص کے منہ پر مارا، کہ وہ مرگیا، وحشیؓ، جو حضرت حمزہؓ کے قاتل تھے اور اپنے اس گناہ کے کفارے کی فکر میں رہا کرتے تھے مسیلمہ کی تاک میں تھے، انہوں نے اپنا بھالا پھینک مارا جو ٹھیک نشانہ پر لگا، ایک انصاری نے بڑھ کر مسیلمہ کی گردن اڑادی، مسیلمہ کا قتل ہونا تھا کہ بنوحنیفہ کے قدم اکھڑ گئے، مسلمانوں نے ان کو تلواروں پر رکھ لیا اور ان کے اکثر آدمی مارے گئے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں میں سے صرف مہاجرین میں سے تین سو ساٹھ آدمی کام آئے سینکڑوں حافظ قرآن تھے، جنہوں نے اس میدان شہادت میں اپنے علم وعمل کا حق ادا کیا۔

بنی حنیفہ کے ایک سردار مجاعہ نے غلط بیانی اور فریب دہی سے حضرت خالدؓ سے ایسی صلح کرلی جس میں قبیلہ کی جان محفوظ ہوگئی، بعد میں دربار خلافت سے حکم آیا کہ بنوحنیفہ میں سے کوئی بالغ مرد نہ چھوڑا جائے مگر حضرت خالدؓ نے صلح نامہ کی پوری پابندی کی اور اطلاع دے دی کہ صلح ہوگئی تھی اس لیے اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہا کہ تم اپنے چچا پر قربان نہ ہوگئے، زیدؓ شہید ہوگئے اور تم زندہ موجود ہو، میں تمہارا منہ دیکھنا نہیں چاہتا، عبداللہؓ نے کہا کہ اس میں میرا کیا قصور ہے، ہم دونوں نے شہادت کی تمنا کی تھی، ان کی تمنا پوری ہوگئی، میری تمنا پوری نہیں ہوئی؟!

مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ مدعیان نبوت کے یکے بعد دیگرے قتل وشکست اور مرتد قبائل کی ہزیمت اور قتل وغارت سے سارا عرب مرتدین سے صاف ہوگیا، حضرت ابوبکرؓ اور ان کے امرائے جیوش نے عرب کا گوشہ گوشہ اور قبیلہ قبیلہ مرتدین سے پاک کردیا اور مرتدین سے صاف طور پر کہلوا دیا کہ تم کفر پر تھے، تمہارے مقتول ناری اور ہمارے مقتول شہید ہیں، جو جو کچھ میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ مال غنیمت ہے اور ان کے ہاتھ سے جو مسلمان شہید ہوئے ان کی دیت (خون بہا) دی جائے گی اور جو مرتدین کے ہاتھ آیا ہے وہ مسلمانوں کو واپس کیا جائے گا اور جو اب بھی ارتداد پر باقی رہنا چاہتے ہیں وہ عرب کی سرزمین چھوڑ دیں اور جہاں سینگ سمائے چلے جائیں۔

اس فتنہ ارتداد کا خاتمہ حضرت ابوبکرؓ کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر سے امتوں کی تاریخ خالی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق ادا کردیا۔ آج دنیا میں اگر اسلام محفوظ ہے اور اس کی شریعت بے کم وکاست موجود ہے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارواحنا فداہ) کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہی کی استقامت، عزیمت اور جدوجہد کا نتیجہ ہے، آج روئے زمین پر جہاں کہیں اسلام کا کوئی رکن ادا ہورہا ہے، کوئی اسلامی شعار بلند ہے اور کہیں دین پر عمل ہو رہا ہے اس میں حضرت ابوبکرؓ کا حصہ ہے، آج نماز کی ہر رکعت، زکوٰۃ کا ہر پیسہ، روزہ کی ہر گھڑی، حج کے ہر رکن کے ثواب میں حضرت ابوبکرؓ کا حصہ ہے، اس لیے کہ اگر زکوٰۃ کے بارے میں ڈھیل دی جاتی اور فتنہ ارتداد کے ساتھ رواداری برتی جاتی تو نہ نماز رہتی نہ روزہ، نہ حج اور جب تک یہ دین دنیا میں باقی ہے (اور وہ...... قیامت تک باقی ہے) حضرت ابوبکرؓ کو اس امت کے اعمال کا اجر ملتا رہے گا، رضی اللہ عن ابی بکر وارضاہ۔

اور یہ عزیمت واستقامت حضرت ابوبکرؓ کے اس یقین کا نتیجہ تھا جو ان کو مشکوٰۃ نبوت اور مرکز ایمان ویقین سے ملا تھا اور جس کی بنا پر وہ صدیق اکبرؓ کہلاتے ہیں، جس کی بدولت انہوں نے دین کی گرتی ہوئی عمارت کو تھام لیا اور اس کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو اپنی ہمت اور قوت سے پار لگادیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بعد ہم پر ایک ایسا وقت آیا تھا اگر اللہ تعالیٰ بروقت ابوبکرؓ کو کھڑا نہ کر دیتا تو ہماری ہلاکت میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی، ہم نے اس پر اتفاق کر لیا تھا کہ اونٹ کے بچے (زکوٰۃ کے جانور) کے بارے میں ہم جنگ نہیں کریں گے اور مدینہ میں رہ کر اللہ کی عبادت جو کچھ بن پڑے گی کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ہمارا وقت آ جائے لیکن ابوبکرؓ اڑ گئے اور مرتدین کی ذلت وخواری اور ان کے فتنہ کے سدباب سے کم کسی چیز پر رضامند نہیں ہوئے۔

لیکن اس یقین کے سلسلہ میں یاد رہے کہ جو یقین کسی ضد یا نفسانیت کی بنا پر ہوتا ہے یا کسی انسانی طاقت یا بیرونی امداد کے بھروسہ پر ہوتا ہے اور اس کا سرچشمہ ایمان، عمل صالح، اعتماد علی اللہ نہ ہو، بلکہ مادی اسباب، سیاسی تدبیر اور جوڑ توڑ ہو، اس کا انجام بعض اوقات بہت خراب ہوتا ہے۔ واقعات بتلاتے ہیں کہ ایسا یقین دنیا میں بڑی بڑی تباہیاں لایا ہے اور پوری قومیں ایک جھوٹے یقین اور ایک شخص کی ضد اور نامعقول اڑ پر قربان ہو گئی ہیں۔ اس یقین کے لیے جس کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے ضروری ہے کہ:

❶ وہ خالص اللہ کے اعتماد پر ہو، مخلوق کے کسی وعدہ یا کسی امید پر نہ ہو۔

❷ مشورہ وتدبیر میں کمی نہ کی جائے۔ پھر بصیرت ایمانی جو کچھ فیصلہ کرے اس پر مضبوطی سے قائم ہو جایا جائے۔

❸ صاحب یقین ایمان واخلاص کی دولت سے مالا مال اور عمل صالح سے متصف ہو اور اللہ تعالیٰ سے بندگی کا خصوصی تعلق رکھتا ہو۔

❹ اس کی بنیاد حق اور صداقت ہو، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا مقدمہ جعلی اور کمزور نہ ہو۔

ان صفات کے بعد وہ پیش آئے گا جس کا وعدہ اس آیت میں کیا گیا ہے ﴿ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملئكة ان لا تخافوا ولا تحزنوا وأبشروا بالجنة التي كنتم توعدون، نحن اولياء كم في الحيوة الدنيا وفي الاٰخرة﴾.

آج عالم اسلام پر جو مصائب آ رہے ہیں اور دین کا ایوان جس طرح تزلزل میں ہے، مسلمانوں کے حوصلے جس طرح پست اور ان کی طبیعتیں جس طرح افسردہ ہوتی جا رہی ہیں اور وہ اسلام کے مستقبل سے گویا ناامید ہوتے جا رہے ہیں، یاس وناامیدی کے الفاظ جس طرح زبانوں اور قلم پر آنے لگے ہیں اس میں اسی یقین کی ضرورت ہے، جو گرتے ہوئے دلوں کو تھام لے، بجھتی ہوئی طبیعتوں کو گرما دے اور سوئی ہوئی ہمتوں کو جگا دے، خیال فرمائیے، فتنہ ارتداد کی اسی صورت حال اور موجودہ صورت حال میں کتنا بڑا فرق ہے؟ مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نے نیم جان اور بے حال کر دیا تھا، ہر شخص یتیمی کی کیفیت محسوس کر رہا تھا، وہ عزیز ترین ہستی جو زخموں کا مرہم اور دلوں کی ڈھارس تھی اور جس کو اپنے میں پا کر تمام مصیبت فراموش اور ہر غم غلط ہو جاتا تھا اور جس کے چہرے کو دیکھ کر نازک دل عورت، جس کو باپ، بھائی، بیٹے، شوہر کی شہادت کا تازہ تازہ داغ لگا تھا، پکار اٹھتی تھی "کل مصيبة بعدك جلل یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہ" آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے یا رسول۔ وہ عزیز ترین ہستی ان کے درمیان سے اٹھ جاتی ہے اور اس کے اٹھتے ہی ہر طرف سے نرغہ ہوتا ہے، اسلام کی وہ پونجی اور راس المال جو اس کا اصل سرمایہ تھا یعنی عرب اور قبائل عرب وہ ان کے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے، اسلام جو عرب کے گوشہ گوشہ میں پھیل گیا تھا، سمٹ کر صرف مدینہ، مکہ اور طائف میں محصور ہو جاتا ہے، دشمنوں کی مرکزِ اسلام (مدینہ) پر بھی نگاہیں ہیں اور صبح شام حملہ کا خطرہ ہے، دائیں بائیں کی ایرانی اور رومی شہنشاہیاں بھی تاک میں ہیں، ان سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو چکی ہے۔ قرآن مجید سینوں میں ہے۔ اس کی تعلیم کی ابھی عالم گیر اشاعت بھی نہیں ہوئی۔ اسلام کی ساری متاع ایک سفینہ پر ہے اور وہ سفینہ تلاطم میں ہے، لیکن اللہ تبارک وتعالی کی ہزار ہزار رحمتیں ابوبکرؓ کی روح پاک پر اور ان کے وفادار اور سرفروش رفیقوں پر کہ نہ ان پر ناامیدی کا غلبہ ہوا، نہ ان کے حوصلے پست ہوئے، نہ ہمت شکنی ہوئی، انہوں نے ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری خواہش اور منشا کی تکمیل کی، دوسری طرف سارے جزیرہ نمائے عرب کی پھیلی ہوئی ارتداد کی آگ کو بجھایا، پھر ایسے وقت میں دنیا کی دو عظیم ترین سلطنتوں پر حملہ کر دیا، وہ اسلامی فوجیں جو مرتدین سے جہاد کر کے بیٹھنے نہ پائی تھیں، عراق وشام کی ان سلطنتوں کے سر پر پہنچ گئیں جن کے وسائل وذخائر غیر محدود اور جن کی مملکت ان کے خیال سے زیادہ وسیع تھی اور پھر جب تک عراق سے لے کر ہندوستان تک اور عرب کی شمالی سرحد سے آبنائے طارق اور آبنائے باسفورس تک سارا میدان کانٹوں سے صاف نہیں کر دیا چین سے نہیں بیٹھے، یہاں تک کہ ایشیا میں چین چھوڑ کر تمام متمدن ممالک، افریقہ کا سارا آباد اور متمدن علاقہ اور یورپ کا ایک حصہ اسلام کا زیر نگیں ہو گیا۔

لیکن اس وقت کے مقابلہ میں آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہی ہے اس وقت مسلمان صرف مدینہ، مکہ اور طائف میں رہ گئے تھے لیکن آج دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں اسلام کے نام لیوا موجود نہ ہوں، اس وقت مسلمانوں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ نہ تھی لیکن آج وہ ایک ارب سے بھی متجاوز ہیں، اس وقت تین شہروں کو چھوڑ کر اور کہیں مسلمانوں کو حاکمانہ اقتدار حاصل نہ تھا لیکن آج ان کی بیسیوں حکومتیں موجود ہیں اور لاکھوں مربع میل زمین ان کے زیر اقتدار ہے، اس وقت مشکل سے ایسے مسلمان موجود تھے جنہیں اطمینان کے ساتھ دونوں وقت کھانا میسر تھا لیکن آج شاید ہی کوئی ایسا ہو جو بھوکوں مر رہا ہو، اس وقت ہزاروں کی دولت رکھنے والے مسلمان بھی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے لیکن آج کروڑوں اربوں کی مالیت رکھنے والوں کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہے۔ آج نہ یاس کا موقع ہے نہ ہراس کا۔ ضرورت صرف اس کی ہے کہ اللہ کے بندے بن جائیں، اپنے آپ کو ایمان ویقین اور عمل صالح سے آراستہ کریں، اگر ہم نے ایسا کر لیا تو تمام خطرات اور شبہات یقین کی حرارت اور عمل کی قوت کے سامنے اس طرح ناپید ہو جائیں گے جس طرح صبح کا کہر اور رات کی شبنم سورج کی گرمی کے سامنے ناپید ہو جاتی ہے۔

☆☆..........☆☆

© rasailojaraid.com